احکام و مسائل

دار الافتاء
جامعہ سلفیہ فیصل آباد

سوال: ا۔ مصافحہ کا صحیح اور سنت طریقہ کیا ہے؟

۲۔ احتراماً کھڑا ہونا درست ہے یا نہیں؟ جیسا کہ ٹیچر وغیرہ کے کلاس روم میں داخل ہونے پر کلاس کھڑی ہوتی ہے؟

۳۔ ایک شخص وفات پا گیا ہے اس کے ورثاء میں پوتے اور دو بیٹے ہیں اس کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟

۴۔ ایک شخص پراپرٹی ڈیلر ہے، خریدار و فروخت کنندہ سے کمیشن لیتا ہے، شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کمیشن کی کیا حد ہونی چاہئے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

سائل: طاہر اعجاز 90 چٹی، شاہ کوٹ

الجواب بعون الوهاب

الحمدلله رب العالمين و الصلاة والسلام على سيد الانبياء و المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين، امابعد:

مصافحہ مسلمانوں کا کامل تحیہ وسلام ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول تھا اور رب العالمین مصافحہ کرنے والوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں جیسا کہ تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے۔

عام احادیث سلام و مصافحہ کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے مصافحہ کا مطلب باہمی ہتھیلیوں کو ملانا ہے۔ کیونکہ مصافحہ صفحۃ سے ماخوذ ہے۔ رُخ کو کہتے ہیں ہاتھ میں ہتھیلی کو صفحہ کہتے ہیں ایک دوسرے کا ہتھیلی سے ہتھیلی کو ملانا مصافحہ کہلاتا ہے اور یہ عمل عموماً ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے پر صادق آتا ہے۔

نیز حدیث شریف میں وضاحت بھی اس طرح موجود ہے:

عن انس قال قال رجل يا رسول الله ﷺ الرجل منا يلقى اخاه او صديقه اينحنى له قال لا قال فيلتزمه ويقبله قال لا قال افياخذ بيده ويصاحفه قال نعم (رواه الترمذی، مشكوٰة المصابيح)

حضرت انس سے مروی ہے کہتے ہیں کہ: ایک شخص نے پوچھا کہ بھائی یا دوست کی ملاقات تو اس وقت اس کیلئے جھک جائے آپ ﷺ نے منع فرمایا نہیں۔ پھر اس نے عرض کیا اسے بغل گیر ہو جائے اور بوسہ لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پھر اس نے کہا اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایسا ہی کرے۔

اس حدیث میں بیدہ مفرد کی ضمیر ہے جو ایک پر دلالت کرتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہئے۔

دونوں ہاتھوں سے صریح طور پر سلام کے وقت مصافحہ کرنا کسی صحیح حدیث میں مذکور نہیں ہے اس لئے ایک ہاتھ سے ہی مصافحہ کرنا اولی بہتر و افضل ہے۔

بعض علماء کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث تعلیم تشہد والی سے دو ہاتھ سے مصافحہ کے جواز پر استدلال کیا ہے جس میں مذکورہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو نماز میں پڑھے جانے والے تشہد کے کلمات سکھائے تو اس وقت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہاتھ نبی ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔

لیکن یہ یاد رہے یہ حدیث شریف سلام کے متعلق اور مصافحہ کے متعلق واضح نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک تعلیم و تعلم کی صورت ہے۔

نمبر۲:

تعظیم و اکرام کیلئے کھڑے ہونا جیسے کلاس میں استاد کی آمد پر کھڑا ہوا جاتا ہے۔ یہ تعظیماً کھڑے ہونا شرعاً درست نہیں ہے ایسا کرنا محض مغربی تہذیب کی تقلید ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابى امامة قال خرج رسول الله متكئا على عصا فقمنا له فقال لا تقوموا كما يقوم الاعاجم

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ آپ عصا پر ٹیک لگائے تشریف لائے ہم آپ کی وجہ سے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تعظیماً اس طرح کھڑے نہ ہوا کرو جیسا سے عجمی لوگ (روم و فارس) کے لوگ بڑوں کی آمد پر کھڑے ہوتے ہیں (ابو دائود، ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم ص ۴۰۳)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

لم يكن شخص احب اليهم من رسول الله ﷺ وكانوا اذا راوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذالك (رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح بحواله مشكوٰة)

کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص معزز و محترم نہ تھا پھر

واجب آپ ﷺ تشریف لاتے تو صحابہ کرام کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ ناپسند کرتے ہیں۔

البتہ اگر عام حالت میں کسی شخص کی آمد پر محض احترام کے طور پر کھڑا ہوجانا جیسے دفاتر سکول، کالج وغیرہ مروج ہے، درست نہیں اسے ترک کرنا چاہئے۔ البتہ سلام کرنے کی غرض سے ان کی خدمت و مدارت کیلئے آنے والے کیلئے مجلس میں فراخی اور وسعت پیدا کرنے کی غرض سے اٹھنا ہرگز اس میں شامل نہیں بلکہ یہ تو مطلوب ہے۔

ھذا ما عندنا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نمبر۳:

اگر کوئی شخص وفات پا گیا ہے اور ورثاء میں صرف پوتے اور نواسے ہیں ان کے علاوہ کوئی قریبی دیگر رشتہ دار نہیں ہے تو ایسی صورت میں متوفی کے صرف پوتے ہی وارث ہونگے۔ نواسے وارث نہیں ہونگے۔

نمبر۴:

پراپرٹی ڈیلر کا کمیشن لینا

آج کل کی مشغول ترین زندگی میں بسا اوقات خریدار کو براہ راست فروخت کنندہ سے اور فروخت کنندہ کو خریدار تک پہنچنا مشکل ہوگیا ہے ڈیلر دونوں سے تعاون کرتا ہے اس لئے اسے حق الخدمت وصول کرنا یعنی کمیشن لینا جائز ہے درست ہے۔ البتہ بات دونوں فریقین کے درمیان عدل و انصاف سچ کی بنیاد پر کرے جھوٹ نہ بولے اور کمیشن بھی دونوں فریقین سے واضح کہہ دے یعنی طے کرے اور اس کے عوض وہ کیا خدمت سرانجام دے گا وہ بھی واضح کردے۔

شرعاً کمیشن کی حد مقرر نہیں کی جا سکتی باہمی اتفاق سے مقرر کر سکتے ہیں البتہ نزاع اور جھگڑے کی صورت میں عرف عام سے فیصلہ کیا جائے گا۔

سوال: گاؤں میں ایک غیر شادی شدہ لڑکی حاملہ ہوگئی اگرچہ اس کا کردار تو مشکوک تھا لیکن اس نے ایک لڑکے سے تعلقات کا اعتراف کرلیا۔

بعد میں حمل ضائع کروادیا گیا۔ اور گاؤں والوں نے اسی لڑکے سے اس کا نکاح کردیا ہے۔

اب قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں کہ ان کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ اور شرعا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

نیز اس جرم کی اگر کوئی شرعی سزا ہو تو واضح کریں۔

سائل: ڈاکٹر قمر احسان، شاہکوٹ

الجواب بعون الوہاب

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد:

بیان کردہ سوال میں متعدد امور ہیں، زنا کا ارتکاب اور اس کے نتیجہ میں عورت کا حاملہ ہونا اور حمل کو ضائع کروانا اور پھر ان کے مابین نکاح......

زنا کا ارتکاب اور حمل کا ضائع کروانا انتہائی قبیح اور کبیرہ گناہ ہیں، جن سے توبہ لازم ہے۔ اسلامی قانون میں ان دونوں جرائم کی سزا انتہائی سخت ہے۔ غیر شادی شدہ افراد اس برائی میں ملوث ہوں تو انہیں سو سو کوڑے لگانا اور ایک سال کیلئے جلاوطن ......قید......وغیرہ میں ڈالنا ہے۔

اور حمل کا ضائع کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

یہ عمل شبیہ القتل ہے اور کبیرہ گناہ ہے مرتکبین مستوجب سزا اور سخت تعزیر کے مستحق ہیں۔

اسلامی حدود کی عدم تنفیذ کے باعث اس شرعی سزا کا اجرا تو ممکن نہیں ہے البتہ مرتکبین کو اس کا احساس دلانا لازمی اور ضروری ہے۔ تاکہ رب تعالیٰ سے معافی کیلئے رجوع کریں، اور کثرت سے توبہ و استغفار کیطرف توجہ دیں۔

باقی رہا کہ بعد میں ان کے درمیان نکاح کردینا، تو پہلے نکاح کا تقدس سامنے رکھنا چاہئے،

شریعت اسلامی نے عمل نکاح جیسے پاکیزہ عمل کے ذریعہ خاوند بیوی کو اکٹھا کیا ہے تاکہ عفت وعصمت بھی محفوظ رہے اور نسل انسانی کا تحفظ بھی ہو۔

ایسے افراد جو بدچلن ہوتے ہیں کہ مابین نہ تو عفت وعصمت ہوتی ہے اور نہ ہی نسب کا تحفظ تو پھر ایسے افراد کے مابین عمل نکاح محض ایک گندگی پر پاکیزہ چادر ڈالنا ہے۔ نعوذ باللہ۔ جب تک ایسے گناہ کے مرتکب راہ راست پر نہیں آتے اور توبہ و استغفار نہیں کرتے اور قوانین اسلام کی پابندی نہیں کرتے ان کے درمیان محض رسم نکاح ادا کردینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے افراد کو خوب ملامت کی جاتی ان کے درمیان تفریق کی جاتی ان کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جاتا اگر واقعتاً وہ اس کا اثر قبول کرتے گناہ سے توبہ کرتے تو نکاح کر دینے میں بھی کوئی حرج نہ ہوتا۔ کیونکہ التائب من الذنب کمن لاذنب له گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسے ہوجاتا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

لیکن اصلاح احوال کی طرف توجہ نہ دینا برائی ظاہر ہونے پر اسلامی شعائر کی چادر سے پردہ ڈال دینا سراسر ناانصافی ہے۔

بہرحال یہ عمل واقع میں ہو چکا ہے اس واقعہ میں ملوث افراد بالخصوص اور دیگر اس فیصلہ میں موجود افراد پر لازم ہے کہ اپنے اس جرم کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ حمل ضائع کرنے والے ناحق جان تلف کرنے کیوجہ سے دہرے مجرم ہیں انہیں مزید توبہ و استغفار کے ساتھ ساتھ صدقہ و خیرات کرنا چاہئے تاکہ اس گناہ کا مداوہ ہو جائے۔ ان الحسنات یذھبن السیئات۔ عمل خیر سے گناہ کا کفارہ ہوجاتا ہے پر عمل کرنا چاہئے۔

البتہ نکاح صحیح و درست ہے بشرطیکہ دیگر شرائط کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

ھذا ما عندنا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب